پرامن اور رواداری معاشرے میں نوجوانوں کا کردار

صدف منیر

معاشرے انسانوں سے مل کر بنتے ہیں اور انسان اس کے امن وسکون کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔نوجوان نسل کے حوالے سے دیکھا جائے تو انہیں جذبے، صلاحیت اور آگے بڑھنے کی امنگ سے لبریز ہونے کی وجہ سے معاشرے کا سب سے فعال طبقہ تصور کیا جاتا ہے اور ان کا امن وسکون قائم رکھنے میں اہم کردار ادا ہوتا ہے۔تاریخ گواہ ہے جن قوموں نے اپنے نوجوان طبقے پر توجہ دی وہی قومیں ترقی یافتہ اقوام میں تبدیل ہوئیں۔اس بات سے انکار نہیں کہ نوجوان کسی مقصد کیلئے میدان عمل میں نکل آئیں تو وہ مقصد حاصل کر کے رہتے ہیں۔قیام پاکستان اور تحریک پاکستان میں نوجوانوں کے کردار سے کسی کو انکار نہیں۔

گھر ایک معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے۔ایک نوجوان کی ابتدائی تربیت اس کا گھریلو ماحول کرتا ہے۔والدین اس میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ایک بچے کی کئی عادات والدین کے زیر سایہ رہتے پختہ ہوتی ہیں۔اسی طرح یہ انحصار والدین پر ہے کہ وہ بچے کو تعمیری سوچ دیتے ہیں یا تخریبی۔اچھائی کا راستہ دکھاتے ہیں یا برائی کا اور وسعت قلب کا سبق دیتے ہیں یا تنگ نظری کا۔

گھر سے نکلنے کے بعد بچے کا واسطہ اس کے اساتذہ سے ہوتا ہے۔طلبہ اساتذہ کیلئے اس پنیری کی مانند ہوتے ہیں جس کی مناسب دیکھ بھال نہ ہو تو وہ مرجھا جائے۔روشن خیالی، وسعت قلب، عفوودرگزر اور برداشت جیسی قدریں اساتذہ ہی کے ذریعے طلبہ میں منتقل ہوتی ہیں۔یہی بات معاشرے پر صادق آتی ہے۔اس سے قطع نظر کہ نوجوان معاشرے کی تعمیر میں کیا کردار ادا کرتے ہیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کسی معاشرے نے نوجوان کی تربیت کیسے کی۔

پاکستان میں اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ نوجوان ہیں۔پاکستان میں نوجوانوں پر مشتمل آبادی کا تناسب خاصہ ہے جس کی 35 فیصد آبادی کی عمر 16 سے 22 سال ہے۔اگر ہم اس کا موازنہ دیگر ممالک سے کریں تو امریکہ کی 15 فیصد، یورپی ممالک میں 21 فیصد اور چین میں 17 فیصد نوجوان آبادی ہے۔لہذا پاکستان میں نوجوان نسل قابل ذکر حد تک زیادہ ہے۔۔یہ نوجوان جذبوں اور امنگوں سے لبریز ہیں مگر بدقسمتی سے اس وقت ایک کروڑ 45 لاکھ تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار ہیں۔عالمی ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی ملک میں

بے روزگار نوجوانوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اس ملک میں امن وامان کی صورت حال کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے۔پاکستان میں حکومتی شعبہ

جو روزگار کا سب سے بڑا ذریعہ تھا اب یہ سکڑتا چلا جا رہا ہے اور عالم یہ ہے کہ ایک ایک آسامی کیلئے ہزاروں درخواستیں آجاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں کالجوں، یونیورسٹیوں اور سرکاری ملازمتوں تک پہنچنے والے خوش نصیبوں کی تعداد بہت کم ہے صرف پانچ فیصد اچھی نوکری حاصل کر پاتے ہیں۔ بڑی تعداد میں باقی نوجوانوں کو مواقع نہیں مل پاتے۔ ان نوجوانوں کو اپنی زندگی کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا تو یہ لوگ تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ بعض انتہا پسندی کی اطرف مائل ہو جاتے ہیں اور اپنے نظریے، اپنے خیال اور اپنے مکتبہ فکر کو حرف آخر سمجھتے ہوئے دوسروں کے نقطۂ نظر کو دبا دینا چاہتے ہیں۔ اسی روش کے نتیجے کے طور پر معاشرہ اپنا توازن کھو رہا ہے۔ نوجوانوں میں کچھ انتہائی لبرل ہیں اور کچھ لوگ جنون کی حد تک فرقہ پرست لیکن دونوں برداشت سے عاری ہیں۔ ہمارے لبرل نوجوان مذہبی طبقے کو برداشت نہیں کرتے جبکہ مذہبی طبقہ لبرل لوگوں کا وجود تسلیم نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ آج پورا معاشرہ خوف کا شکار ہے اور ہم سے ہر شخص خود کو خطرے سے دوچار سمجھتا ہے۔

سوال سامنے آتا ہے کہ ان نوجوانوں کو تعمیری سوچ یونکر مہیا کی جاسکتی ہے اور کیسے انہیں معاشرے کیلئے امن وسکون اور قوت برداشت کا موجب بنایا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے اگر تاریخ سے مدد لی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو معاشرے اور ملک اپنے نوجوانوں کیلئے مثبت سرگرمیاں تخلیق نہیں کرتے وہ عدم استحکام کا شکار رہتے ہیں۔ اس ضمن میں اگر ہم مغربی ممالک کی مثال لیں تو انہوں نے انسانی تاریخ اور تجربے سے فائدہ اٹھایا اور انسانی سرگرمیوں کو تین شعبوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ سرگرمیاں کھیل، فنون اور مطالعہ ہیں۔ ان معاشروں نے کھیلوں کو جسمانی، مطالعہ کو ذہنی اور موسیقی اور فنون کی دیگر شکلوں کو روحانی تسکین کا ذریعہ بنایا۔ نتیجے میں ان معاشروں میں کھیل کے میدان، لائبریری اور آڈیٹوریم ہر تعلیمی ادارے کا اہم حصہ ہیں۔

پاکستان کا موازنہ مذکورہ جدید معاشروں سے کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری نصف یونیورسٹیوں میں کھیل کے میدان اور آڈیٹوریم نہیں۔ ہمارے سرکاری سکولوں میں بھی زیادہ تعداد ان کی ہے جہاں کھیل کے میدان اور لائبریریاں نہیں۔ تعلیمی اداروں میں ڈرامیٹک سوسائٹی یا آرٹ اینڈ کلچر کی کوئی تنظیم شاذونادر ہی دکھائی دیتی ہے۔ پاکستان کے کسی شہر میں آبادی کے لحاظ سے میدان اور لائبریریاں نہیں ہیں۔ پاکستان کا شمار ان پانچ ممالک میں ہوتا ہے جہان کتابوں کا کاروبار زوال کا شکار ہے۔

پاکستان کے صرف چند شہروں میں تھیٹر ہیں۔ اس عالم میں نوجوانوں کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع کہاں ملے گا۔ ہمارے ہاں مباحث اور تقریری مقابلوں کا انعقاد بھی کم ہی ہوتا ہے۔ کھیلوں اور مطالعے سے دلچسپی دکھائی نہیں دیتی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ کھیل اور مطالعے کو فروغ دینے کیلئے ہر سطح پر اقدامات کئے جائیں۔ ہر تحصیل میں ایک ہال بنایا جائے جہاں پر ہر ہفتے معیاری ادبی یا تفریح پروگرام پیش کیا

جائے۔

مثبت حکمت عملی اپنائی جائے یہی نوجوان جو معاشرے کی تنزلی کا باعث رہے ہیں ان سے معاشرے کی تعمیر کا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے اور جو لوگ اس وقت دوسروں کی زندگیاں چھین رہے ہیں اگر ان کی درست تربیت کی جائے تو یہی لوگ انسانی زندگیاں بچانے اور سنوارنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

ایک معاشرے کا اندرونی سکون اس کے بیرونی سکون سے جڑا ہوتا ہے۔ ہم ایک پرامن معاشرے کے شہری اسی وقت کہلا سکتے ہیں جب معاشرہ بیرونی خطرات سے محفوظ ہو اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ بھی نوجوانوں کے کندھے ہی اٹھا سکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں صرف ان فوجیوں کا محاذ پر بھجوایا جاتا ہے جن کی عمریں 25 سال سے کم ہوں البتہ سینئر جرنیل ضرور بن جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر کہا جاتا ہے کہ جرنیل جنگ لڑا سکتے ہیں لڑ نہیں سکتے۔

بلاشبہ معاشرے کے امن وسکون کیلئے نوجوان بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کہ نوجوانوں کو خود اپنے کردار پر توجہ دینی چاہئے جو پانچ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ خوبیاں ایمانداری، وسعت قلبی، وعدے کی پابندی، سچائی اور انصاف ہیں۔ جب یہ خوبیاں یکجا ہو جائیں تو ان سے کردار پیدا ہوتا ہے اور نوجوانوں کا یہی کردار مثالی معاشرے کی تشکیل کر سکتا ہے۔